بسم اللہ الرحمن الرحیم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳ — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

THE AKHBAR ALHAKAM

الحکم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ؕ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

قیمت سالانہ
والیان ریاست و امراء سے ... ۱۰
معاونین سے ... عہ
عوام سے ... صر

مدینۃ المسیح دارالامان قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کیساتھ شائع ہوتا ہے۔

چہ گویم یا تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✤ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۵ ✤ مورخہ ۷ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء ✤ نمبر ۲۶

دارالامان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو پیچش کی شکایت رہی۔ مگر اب آرام ہے (۲) علاقہ ارتداد کے وہ مجاہدین جنکی جگہ دوسرے اصحاب کام کرنیکے لئے پہنچ گئے ہیں ۲۰ جولائی کو اور کچھ ۳ جولائی کو واپس آ گئے ہیں۔ واپس آنیوالے اصحاب کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے خوشنودی مزاج کی ایک چٹھی مرحمت فرمائی ہے۔ جو اگرچہ مختصر ہے لیکن اسکا ایک ایک لفظ محبت سے پر ہے۔ اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور کو اپنے خدام سے کیسی بے نظیر الفت اور محبت ہے۔ اگلے پرچہ میں انشاء اللہ وہ چٹھی درج کی جائے گی۔

مجاہدین علاقہ ارتداد کا ورود قادیان میں

شاندار استقبال

۲ جولائی کو مبلغین کا وہ وفد جو علاقہ ارتداد میں اپنا عرصہ ختم کر چکا ہے ۹ بجے کے قریب قادیان پہنچا۔ قصبہ سے باہر مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے طلباء مع اساتذہ اور دیگر احباب بڑی تعداد میں جمع تھے جنھوں نے اہلاً و سہلاً و مرحبا کے بلند نعروں کے ساتھ وفد کا استقبال کیا۔ وفد آگے آگے اور باقی سب صاحبان انکے پیچھے قصبہ میں داخل ہوئے۔ ارکان وفد سیدھے مسجد مبارک میں آئے اور وضو کر کے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے حضور پیش ہوئے۔ حضور نے ہر ایک سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد آنیوالے اصحاب نے دو دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی اور دعا کی۔ اسکے بعد مجاہدین کو جنمیں پہلے آنیوالے بھی شامل تھے مسجد میں ہی دودھ کی میٹھی لسی پلائی گئی اور ناشتہ کھلایا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر

حضور نے اس موقعہ پر سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

وہ وفد جو اسوقت کے حالات کے ماتحت

پہلا وفد

تھا۔ گو اس سے بھی پہلے بعض جماعتیں ملکانوں کی طرف جا چکی تھیں۔ یہ وفد اس لحاظ سے پہلا تھا کہ جو پہلے وفد گیا تھا اسکے متعلق خیال تھا کہ موقع اور محل کی تحقیق کریگا۔ اس وفد کے متعلق میں نے اسی جگہ تقریر کی تھی اور کہا تھا کہ جو آج ہی جانا چاہے وہ روانگی کے لئے تیار ہو جائے۔ اسوقت جسقدر آدمیوں کی ضرورت تھی اس سے زیادہ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور پیشتر اسکے کہ اس دن کی شام ہوتی انکو یہاں سے روانہ کر دیا۔ جانیوالے لوگ جس نیت اور جس ارادہ سے گئے اور جس رنگ میں انھوں نے

خدا کے دین کی خدمت

کے لئے کام کیا۔ اسکا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا۔ ہمارا جہانتک ان سے یہ معاملہ تعلق رکھتا ہے نہ تو ہم میں سے کسی کی طاقت ہے کہ انکے اخلاص کا اندازہ لگا سکے۔ اور نہ یہ طاقت ہے کہ اس کی قیمت ادا کر سکے۔ کیونکہ اخلاص کی قیمت سوائے اسکے جس سے اخلاص ہو کچھ نہیں ہو سکتی۔ میں نے ایک دفعہ

رؤیا

میں دیکھا حضرت مسیح ایک نہایت سفید چبوترے پر اس طرح کھڑے ہیں کہ ایک پاؤں اوپر کی سیڑھی پر ہے اور ایک نچلی پر۔ اور آسمان کی طرف اسطرح ہاتھ پھیلائے ہیں کہ گویا کچھ مانگ رہے ہیں۔ اسوقت آسمان پھٹا اور ایک شکل اترنی شروع ہوئی جو عورت کی شکل تھی۔ اسکے لباس کے ایسے ایسے عجیب رنگ تھے جنمیں سے بعض دنیا میں بھی دیکھے ہی نہیں گئے۔ اسکو دیکھ کر میں نے سمجھا کہ حضرت مریم ہیں جب وہ نیچے پہنچی تو اس نے حضرت مسیح کے اوپر اپنے ہاتھ پر کی طرح پھیلا دیئے۔ اور جیسے ماں بچہ کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتی ہے اسیطرح اپنے ہاتھ حضرت مسیح کے سر پر رکھ دیئے اور پیار سے بے مثال محبت کے ساتھ اس

(دارالامان قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر تراب منزل سے شائع ہوا)

کی طرف بہا لے گئی۔ اور حضرت مسیح بھی اسی طرف اس طرح جھک گئے جس طرح بچہ پیار لینے کے لئے ماں کی طرف جھکتا ہے۔ وہ نظارہ ایسا لطیف اور قلب پر اثر کرنیوالا تھا کہ میرے سارے جسم کے روم روم میں اثر کر گیا۔ اور اس وقت یہ فقرہ میری زبان سے جاری ہو گیا۔

Love creates love.

محبت کا بدلہ محبت

ہی ہے یعنی محبت کی قیمت یہی ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے دل میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

وہ مریم کیا تھی میرے نزدیک وہ محبت کی وہ تمثال تھی کہ جب انسان کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے تو اسکے لئے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور مسیح ہر وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ کی خاطر اور اسکے دین کی خدمت کے لئے گھر سے نکلتا ہے چونکہ محبت کا بدلہ خود وہی وجود ہوتا ہے جس سے محبت کی جاتی ہے۔ اسلئے جو شخص خدا کیلئے اخلاص کے ساتھ گھر سے نکلتا ہے اسکو کوئی بندہ کس طرح بدلہ دیسکتا ہے بندہ تو اسے خواہ اپنا سب کچھ بھی دیدے تو بھی حق ادا نہیں کرسکتا۔ پس کوئی انسان نہ تو کسی کے اخلاص کا اندازہ لگا سکتا ہے اور نہ اخلاص کا بدلہ دے سکتا ہے لیکن

ایک بات

ہم کرسکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جو لوگ خدمت دین کیلئے نکلیں ان کے لئے دعائیں کرسکتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے کام میں شریک ہو سکتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جب جنگ کو جا رہے تھے۔ تو فرمایا سنو کسی وادی میں سے تم نہیں گذرتے کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جو مدینہ میں بیٹھے ہوئے بوجہ معذوری ساتھ نہیں جاتے۔ کسی لڑائی میں تم شامل نہیں ہوتے کہ وہ اسمیں شریک نہیں ہوتے اور تمہارے لئے کوئی ایسا دن نہیں جسمیں انکا حصہ نہ ہو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کس طرح تو فرمایا۔ اسلئے کہ وہ لوگ عذر اور مجبوری کیوجہ سے پیچھے رہتے ہیں۔ نہ ان کے دل تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ پس وہ جو کسی عذر کیوجہ سے پیچھے رہ گئے وہ انکے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ جو میدان میں کام کرنے کے لئے گئے جبکہ انکے دل انکے ساتھ شریک ہوں۔ وہ ان کیساتھ شامل ہو سکتے ہیں جبکہ انکی دعائیں ان کے ساتھ پھر رہی ہوں۔ اسلئے ایک نصیحت تو میں ان لوگوں کو جو نہیں جا سکے یہ کرتا ہوں کہ جانیوالوں کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ دوسرے

آنیوالوں کی مثال

دیکر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش نہیں کیا۔ ان میں سے کئی ایسے ہونگے جو سمجھتے ہونگے کہ شاید ہم یہ کام کرسکیں یا نہ۔ اور خود ان میں سے بھی بعض کو یہی شک ہوگا۔ جو واپس آگئے ہیں۔ مگر جب وہ گئے۔ اسوقت سے اب بہتر حالت میں آگئے ہیں۔ اس تین ماہ کے عرصہ میں اگر وہ یہاں رہتے تو آج جو حالت ان کی ہے اسکی بجائے کیا ہوتی؟ اسمیں کوئی فرق نہ ہوتا۔ مگر آج جبکہ وہ واپس آ گئے ہیں۔ اس حالت سے ان کی حالت بہتر ہے کیونکہ اگر نہ جاتے تو ان کی حالت یہ ہوتی کہ خدا کے وعدہ کو پورا کرنے کے منتظر ہوتے مگر اب ایسے ہیں کہ فمنھم من قضی نحبہ جنھوں نے خدا کے وعدہ کو پورا کر دیا ہے اگر نہ جاتے تو ان کی حالت میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ اور اگر گئے۔ تو دنیاوی لحاظ سے ان کا کوئی ایسا نقصان نہیں ہوا جو ناقابل تلافی ہو۔ مگر جانے پر خدا تعالیٰ کی رضا زائد حاصل ہو گئی جو اگر یہاں رہتے تو حاصل نہ ہو سکتی۔

اس بات کی طرف توجہ دلا کر میں ان لوگوں کو جو ابھی جانے کیلئے تیار نہیں ہوئے بلکہ سوچ رہے ہیں کہتا ہوں دیکھ لو جانیوالوں کو کیا نقصان پہنچا کچھ بھی نہیں ہاں

ثواب کے مستحق

ہو گئے۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جو بزدلی اور تردد کیوجہ سے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ اسی خیال میں پڑے رہتے ہیں کہ ابھی اور سوچ لیں۔ دیکھ لیں کیا ہوتا ہے۔ اسی تردد میں وقت گذر جاتا ہے۔ پس میں ان لوگوں کو مخاطب کر کے دو باتیں کہتا ہوں۔ جو گئے نہیں اور نہ جانے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ مگر ہماری جماعت میں شامل ہیں۔ اول یہ کہ اگر وہ کسی عذر کیوجہ سے مثلاً خرچ نہ ہونے کی وجہ سے۔ یا بیمار ہونے کے باعث یا یہاں کسی ایسی خدمت کے سپرد ہونے کے سبب کہ وہ بھی دین کا ہی کام ہے اور اس سے فراغت نہیں ہو سکتی جو لوگ نہیں جا سکتے وہ بھی

جانیوالوں کے ساتھ ثواب میں شامل

ہیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد کو جنگ پر جانے سے اسلئے روکدیا کہ آپؐ کی بیٹی بیمار تھی اور اسکی خبرگیری ضروری تھی۔ یہ بات اسکو شاق گذری۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم بھی ثواب میں ایسے ہی شریک ہو۔ جیسے جنگ پر جانیوالے۔ گو یہ دنیاوی کام تھا۔ جس کیوجہ سے اسے پیچھے رہنا پڑا۔ لیکن چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت تھا۔ اس لئے وہ بھی ثواب میں شریک سمجھا گیا۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہمارے حکم سے رہ رہے ہیں انکو بھی ایسا ہی ثواب ملیگا جیسا وہاں جانیوالوں کو۔ کیونکہ درحقیقت ثواب اطاعت میں ہے۔ نہ کہ اپنی مرضی کے ماتحت کوئی کام کرنے میں۔

دوسرے یہ کہ جنھوں نے ابھی تک اپنے آپکو پیش نہیں کیا اور غفلت سے رہ گئے ہیں۔ وہ دیکھیں کہ ان میں اور اُن میں جو وہاں کام کر کے واپس آئے ہیں کیا فرق ہے کیا وہ کنگال ہو گئے ہیں اور یہ مالدار بن گئے ہیں۔ کیا انکی جائدادیں ضائع ہو گئی ہیں۔ اور انہوں نے اپنی جائدادیں بڑھالی ہیں۔ کیا وہ کمزور اور نحیف ہو گئے ہیں اور یہ طاقتور اور زور آور بن گئے ہیں۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ دنیاوی لحاظ سے وہ بھی ویسے ہی ہیں جیسے یہ۔ مگر دینی لحاظ سے

خدا کے خاص فضل کے وارث

ہو گئے ہیں اور دوسرے جنکو نہ دنیا کا فائدہ ہوا نہ آخرت کا اور ان کی مثال وہی ہے کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

اب میں اونکو مخاطب کرتا ہوں جو واپس آئے ہیں۔ اور ان کو بتاتا ہوں۔ کہ بعض کام ایسے ہوتے ہیں جن کے کرنے سے

پچھلی کوتاہیاں معاف

ہو جاتی ہیں۔ ان کاموں میں سے ایک جہاد بھی ہے جو شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے خدا تعالیٰ اسکے پچھلے قصور اور کوتاہیاں معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ جب خدا کے لئے اپنا وطن اپنے عزیز اور اپنا آرام چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس کی پہلی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔ اگرچہ

ہمارا جہاد

وہ جہاد نہیں جیسا کہ پہلوں نے کیا۔ اسی وجہ سے مجھے رقت آگئی تھی۔ ہماری مثال تو اس بچہ کی سی ہے جو مٹی کا گھر بنا کر کہتا ہے یہ محل ہے۔ رسی کمر میں باندھکر کہتا ہے کہ میں فوجی افسر ہوں۔ چھوٹی سی سوٹی پکڑ کر کہتا ہے کہ یہ تلوار ہے۔ میلے کچیلے کپڑوں میں اسٹول پر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہو گیا۔ ہماری مثال بھی ایسی ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے کہ بعض ہندو جو گوشت نہیں کھاتے وہ بوٹیوں کی شکل کی بڑیاں بناکر کھاتے۔ اور انھیں بوٹیاں سمجھتے۔ جب اس بات پر رونا آتا ہے کہ ہمیں وہ جہاد میسر نہیں جو پہلوں نے کیا مگر اپنے دلوں کو خوش کرنے کے لئے چھوٹی باتوں کا نام جہاد رکھ لیا ہے۔ لیکن اگر ہمارے دلوں میں اس جہاد کا شوق ہے جو پہلوں نے کیا۔ اگر ہمارے دلوں میں اس بات کی تڑپ ہے کہ ہم دین کے لئے قربانی کریں اور کسی قسم کی کمزوری نہ دکھائیں تو وہ خدا جو ان سامانوں کو مہیا کرنیوالا ہے جن کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم وہ جہاد نہیں کرسکتے۔ اس نے چونکہ ہمارے لئے وہ سامان مہیا نہیں کئے۔ اسلئے ہمیں اس ثواب سے محروم نہ رکھیگا جو جہاد کا سامان ہونے کیوجہ سے ہو سکتا تھا۔

تو جہاد کے لفظ نے اپنی کوتاہ عملی اور اپنے دائرہ عمل کی تنگی کو میرے سامنے لاکر کھڑا کر دیا جس سے میرا

دِل پگل گیا

مگر بہر حال بچہ بھی تو بادشاہ بنکر خوش ہو ہی لیتا ہے۔ چلو نام کی مشارکت کیوجہ سے ہی ہم بھی خوش ہو لیں۔ اور بہو لگاکر شہیدوں میں مل جائیں۔ پس اسکو بھی ہم جہاد کہہ سکتے ہیں۔ گو وہ ایسا جہاد نہ ہو جیسا کہ پہلوں نے کیا اور جو جہاد کے لئے نکلیں انکے لئے

خدا کی سنت

ہے کہ ان کے پچھلے گناہوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ کہتا ہے انھوں نے جب میری خاطر سب کچھ چھوڑ دیا تو میں بھی ان کے گناہوں کو چھوڑتا ہوں۔

مُطالبات عُمر قادیانی اور مثیل یہود کی پریشانی"

(از مولوی اللہ دتا صاحب عمرؔ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائیسکول قادیان)

ناظرین کو یاد ہو گا کہ گذشتہ ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء میں ایک رسالہ موسومہ "خاتم مسیح آسمانی" میں نے ذاتی طور پر شائع کیا تھا جسمیں غیر احمدی دوستوں کے آسمانی مسیح کا نزول بدلائل قاطع ناممکن دکھا کر علماء دیوبند - ایڈیٹر اخبار اہلحدیث سکرٹری انجمن تائید الاسلام ابراہیم سیالکوٹی - پیر مہر علی شاہ اور مولوی محمد علی صاحب مونگیری کو نام بنام چیلنج کیا تھا کہ اگر وہ اخیر جنوری ۱۹۲۲ء تک ٹریکٹ ہذا کا صحیح جواب شائع نہ کریں تو انکا سکوت ان کے عجز پر ہمیشہ کے لئے شاہد ناطق ہو گا - اسپر سوائے بابو پیر بخش لاہوری اور خانقاہ رحمانیہ کے جاروب کش کے ہر ایک پر "صدائے بر نخاست" کا مضمون صادق آیا - گو یہ ہر دو جواب اس قابل نہیں کہ ان پر قلم اوٹھانے کی ضرورت ہوتی - مگر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان ہر دو رسائل کے اغلاط اور اپنا مدعا دلی دوبارہ بوضاحت تمام سمجھا کر بتائیں گے کہ آگے نکلنے والے دونوں شخص (لاہوری و مونگیری) ہمارے مطلب کو نہیں سمجھے - فی الحال "چیلنج محمدیہ" پر جو ایک زائد چیلنج حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل کے نام بڑے دعویٰ اور تحدی سے بھیجا گیا ہے - ایک نظر کرتا ہوں - کیونکہ اسمیں مجھے بھی مخاطب کیا گیا ہے - اسمیں مصنف نے سوائے دشنام دہی اور چند ایک سٹری بُسی اور متعفن باتوں کے جو پیشتر ان کے پچھلے چبا چکے ہیں اور ہماری طرف سے ہزاروں دفعہ ان کا جواب دیا جا چکا ہے اور کچھ نہیں لکھا - ہاں ایک فقرہ مجھے نہایت پسند آیا جو مصنف نے اپنے اسلاف کی سُنت پر عمل کرتے ہوئے رسالہ مذکور کے ٹائٹل پر یوں درج فرمایا ہے - "آپ اللہ دتا بتائیں کہ ایسا اقراری جھوٹا اور ہر بد سے بدتر مسیح موعود ہو سکتا ہے - حضرت مسیح کا مرنا ایسے کذاب کو مسیح موعود نہیں بنا سکتا"۔ (بلفظہٖ سطر ۱۵-۱۶)

یہ وہ فقرہ ہے جو ہندبھر کے علماء حیات مسیح کے ثبوت سے تنگ آکر یا تو منہاج نبوت سے ناواقفیت کی وجہ سے یا یاروں کی آنکھوں میں مکر و فریب کی دھول ڈالنے کے لئے اور اپنے دام فسادلی سے خراج تحسین حاصل کرنے کے لئے اکثر استعمال فرمایا کرتے ہیں - مگر ہم بفضل خدا چونکہ ان تمام ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہیں - لہذا آج ان کا یہ راہ فرار بھی بند کئے دیتے ہیں - اور مکرر ایڈیٹر اہلحدیث اور ان تمام علماء کو جو غیر احمدیوں کے جلسہ پر آئے تھے ڈبل چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ہمت ہے تو اسکا جواب دیکر اپنے تئیں بہودیت سے بری کر کے دکھاؤ - ورنہ مسیح موعودؑ پر ایمان لاؤ اور عقبیٰ میں فلاح پاؤ - دیدہ و دانستہ جہنم میں نہ جاؤ۔ ؎

حق کی نافرمانیوں سے باز آؤ دشمنو!
آگ دوزخ کی بھڑکتی ہے سزا کیواسطے

مونگیری جاروب کش پر اتمام حجت

رکابی مذہب تکیہ نشین قلندر کا مُرید خاص بحضرت اقدس (فداہ ابی وامی جسمی روحی) کو بدیں وجہ مسیح موعودؑ و مہدی معہود ماننے سے منکر ہے - کہ اوس نے اپنے مجموعہ ہفوات میں "مرزا صاحب کا جھوٹا اور بدترین خلائق ہونا اونکے نہایت پختہ الہامی اقراروں سے خوب روشن کر کے دکھایا ہے"۔ اسکے بعد مجھ سے پوچھتا ہے کہ "آپ اللہ دتا بتائیں ایسا اقراری جھوٹا اور ہر بد سے بدتر مسیح موعود ہو سکتا ہے"۔

خانقاہ کے پوجاریو! افسوس تمہاری حالتوں پر کہ تم ہمارے مقابلہ میں اپنے پیر و مُرشد کے اقوال کو بھی بھول جاتے ہو - آؤ اسکا جواب ہم تمہارے پیر کبیر کی زبانی ہی تم کو دلواتے ہیں - سنو!! آپ کے ہادی کانپوری ثم مونگیری صاحب فرماتے ہیں -

"معاندین کا دستور ہے کہ کیسا ہی اونکو معجزہ دکھایا جائے - ضرور کچھ نہ کچھ بات بنا دیں گے کہیں فریب کہیں شعبدہ بازی وغیرہ جس کی سرشت جیسی ہو گی وہ اسی طرف لے جائے گا" ص۹۳

(دافع التلبیسات حصہ اول مصنفہ مولوی محمد علی کانپوری ثم مونگیری)

"اگر انہیں دو چار معجزے دکھائے گئے تو انہوں نے کچھ لغو اور بیہودہ تاویل کر کے اور باتیں بنا کے عوام کی نظروں میں ان کا اعجاز باطل کر دیا" ص۲۷

صاحبو! کہیں ایسے خیالات اور توہمات سے کسی کی شان میں دھبہ لگ سکتا ہے - انصاف کرو - کہ کون ایسا شخص مقدس گذرا ہے جس کی نسبت یہ توہمات نہیں ہو سکتے" ص۳۶

"بھلا ایسے واہی اعتراضوں اور بے اصل بدگمانیوں سے کون اولوالعزم نبی یا ولی بچ سکتا ہے - پس ایسی بدگمانیوں سے ہرگز کسی مقدس کی شان میں بٹہ نہیں لگتا بلکہ وہ بدگمانی کرنیوالا اپنی بدطینتی کو ظاہر کرتا ہے" (جس طرح ابو احمد اور اس کے مُرید اپنی بدطینتی ظاہر کرتے ہیں - ناقل) ص۲۵

"والحاصل اگر مخالفوں کی بدگمانیوں کو واقعی ثبوت سمجھا جائے - تو کسی مذہب کی حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی" ص۲۶

واہ سبحان اللہ و بحمدہٖ کیسی صراحت ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

خانقاہی مجاورو! لو اب تمہارے مرشد کے اقوال کے ہوتے ہوئے تو غالباً کسی مزید جواب کی ضرورت نہیں ہو گی - کیونکہ اس سے تم کسی طرح بھی روگردانی نہیں کر سکتے - مگر تاہم بفضل خدا تمہاری مزید تسلی اور اس مثل مشہور کہ

"عدو را تا بہ خانہ اش باید رسانید" کے مطابق دوسرے نمبر میں انشاء اللہ ایک اور طرح سے سمجھائیں گے - کہ اوائل چودہویں صدی ہجری میں مسیح کے وجود کا ہونا اشد ضروری تھا - اور وہ حضرت مرزا صاحب قادیانی (الف الف علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیامہ) کے سوا دوسرا کوئی نہیں)

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبرا وذراعا بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ قلنا یارسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن (ملاحظہ ہو بخاری جلد دوم ص۱۵۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ - ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنوں سے پہلوں کے طریقوں پر بالشت بہ بالشت اور گز بہ گز چلو گے - یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے بل میں داخل ہوئے ہونگے تو تم بھی اسی پر چلو گے - ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہود اور نصاریٰ کے طریقوں پر آپؐ نے فرمایا اور کون ہیں - وہی تو مراد ہیں -

ہم گذشتہ نمبر میں اپنے ناظرین کو مونگیری خانقاہی چیلوں کے گرو گھنٹال کے مسلمات سے دکھا چکے ہیں (کہ یہ تکیہ نشین قلندر مثل ابو احمد رحمانی یا الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کے مجسم مصداق اور زندہ مثال موجودہ جاہل دیندار علماء (مثل ثناء اللہ۔ تفسیر ثنائی جلد سوم ص۸۱) کہ "واہی اعتراضات اور بے اصل بدگمانیوں سے (کوئی) اولوالعزم نبی یا ولی (نہیں) بچ سکتا (اور) ایسی بدگمانیوں سے کسی مقدس کی شان میں بٹہ نہیں لگ سکتا"۔

لہذا یہ اعتراض تو بیخ و بن سے اکھڑ گیا کہ حضرت مرزا صاحب صلوٰۃ اللہ سلامہٗ اس وجہ سے قابل قبول نہیں - کہ ان کا فلاں الہام غلط تھا - یا فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی - یا فلاں مخالف معترض ہے

اسکے بعد یہ دیکھنا باقی رہ جاتا ہے - کہ آیا موجودہ وقت میں کسی مسیح کی ضرورت بھی ہے یا نہیں - اگر ہے تو ایسے مسیح موعودؑ کا وجود باجود موجود ہونا چاہیئے - اور اگر نہیں تو واقعی حضرت مرزا صاحبؑ کے تمام دعاوی قابل قبول نہیں ہیں -

مسیح کے وجود کی موجودگی کیلئے سب سے اول یہ دیکھنا ضروری ہے - کہ مسیح علیہ السلام ابتداً دنیا میں کس غرض کے لئے آئے تھے - جب واقعات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود نامسعود کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے - اور ادھر احادیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کا ایک وقت میں مثیل یہود ہو جانا بیان فرمایا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس امت میں بھی کوئی مثیل مسیح آنیوالا ہے - اور اصل مسیح نہیں آئیگا - کیونکہ بموجب آیت لو شاء ربک لجعل الناس

انتم محمد ۃ و لا یزالون مختلفین (پ ۱۲ ہود ع ۲)

اور ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن (پ یٰسین) یہ لابدی امر ہے کہ کچھ مسلمان مسیح ناصری کا انکار کردیں جس کی تصدیق حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ اور مکتوبات امام ربانی مکتوب جلد ۲ نمبر ۵۵ سے بھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں یہ اصل یہودی ہو جائیں گے۔ کیونکہ مسیح ناصری کا انکار اصل یہود نے ہی کیا تھا۔ دریں صورت پیشگوئی کا منشاء پورا نہیں ہوگا پس جبکہ امت محمدیہ اصلی یہودی نہیں جنہوں نے کہ مسیح ناصری کا انکار کیا۔ تو لامحالہ اس صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ امت محمدیہ کو جس مسیح کا وعدہ دیا گیا ہے وہ اصل مسیح یعنی مسیح ناصری نہیں بلکہ امت محمدیہ کا کوئی ایک شخص اس کی خو بو پر (جسطرح کہ یوحنا ایلیا کی خو بو پر آکر ایلیا کہلایا) آئیگا۔ اور مسیح کہلائیگا۔ جیسا کہ سورۃ تحریم میں ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا و صدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین کے مقام پر اس پیشگوئی کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر آہ! اسی

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

پس جسطرح اصل یہود کے لئے انہی میں سے مسیح آیا۔ اسیطرح ضروری ہے۔ مثیل یہود کے لئے انہی میں سے مسیح آئے تا کہ امت محمدیہ اس کے انکار و اقرار سے پیشگوئی آنحضرت صلعم کی مصداق ٹھیرے۔ اور آیت غیر المغضوب علیھم ولا الضالین بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور حدیث کے الفاظ امامکم منکم سے بھی یہی ہوتا ہے فی الجملہ اصیل مسیح کی آمد سے پیشگوئی کا منشاء ہرگز ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حدیث متذکرہ بالا میں لطیف پیرایہ میں مثیل مسیح کی خبر دی گئی ہے جس کو میرے آقا و مولیٰ نے بالتشریح والتوضیح یوں بیان فرمایا ہے ؎

مردم نااہل گویندم کہ چوں عیسےٰ شدی
بشنوا از من ایں جواب شاں کہ اے قوم حسود
چوں شمار اشد یہود اندر کتاب پاک نام
پس خدا عیسیٰ بکرد ا ست از پئے ایں یہود
ورنہ از روئے حقیقت نجم ایشاں نیستند
نیز من ہم ابن مریم نیستم اندر وجود
گر نبودندے شما ہا نبودے ہم اثر
از شما شد ہم ظہورم پس از غوغا چہ سود
ہر چہ بود اند نیک و بد در دین اسرائیلیاں
آں ہمہ در ملت احمد نقوش خود نمود
قوم ما در ہر قدم مانند بقوم موسوی
بعض زیشاں صالحاں و بعض چوں غدود
چونکہ موسےٰ شد نبی ما کہ صد دین ماست
لاجرم عیسیٰ شدم آخر از اں ربّ ودود
نیز ہم اینجا یہود بد گہر پیدا شدند
تا بیازارند عیسےٰ را چوں آں قومے کہ بود
الغرض آں ذوالمنن در ہر صلاح و ہر فساد
ہمچو اسرائیلیاں بر قوم ما ہر در کشود
چوں خدا نام رسول پاک ما موسیٰ نہاد
نام شد بوجہل را فرعون چوں کینش فزود
پس در اوّل چوں کلیم آمد بحکم کردگار
ہم پئے تکمیل عیسےٰ را در آخر شد ورود
بعد ازیں رفتا فتن از مقتضائے شقوت است
ورنہ ایں گفتار ما ہر شک و شبہت را ربود
پس چہ حاصل تیر ہا بر صادقاں انداختن
ہر کہ از حد باز ناید نار را گردد وقود

(از مسیح موعودؑ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

پس جبکہ بقول مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم احادیث سے امت محمدیہ کا ایک وقت میں یہود اور نصارٰے کے مشابہ ہو جانا ثابت ہے۔ اور یہ مماثلت یہود مسیح کے وجود کی مقتضی ہے۔ تو اب صرف امت محمدیہ کی حالت دیکھنا باقی رہ گئی۔ کہ آیا واقعی ان کی حالت یہود اور نصارٰی کے مشابہ ہو گئی ہے۔ اور اگر ہو گئی ہے تو وہ وقت جب سے کہ امت محمدیہ نے اپنی مماثلت بہ یہود و نصارٰی کے نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ وہی وقت نزول مسیح کا ہے۔ (نزول کے لفظ سے کسی سادہ لوح کو دھوکا نہ لگے۔ بلکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ لفظ نزول جہاں بغیر سما آیا ہے۔ وہاں بجز روحانی معنے کے اس کے اور کوئی معنے نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اور آنحضرت صلعم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ۔ (پ ۲۸ ع ۱۸) یہاں اگر انزال کے معنے جو بلا سما آیا ہے آسمان سے اترنے کے لئے جائیں تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلعم بھی آسمان سے ہی اترے تھے جو بالبداہت غلط ہے۔

کنز العمال جلد دوم صفحہ ۱۵ پر ابن خزیمہ اور حسین حلیمی شعب الایمان میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ینزل اللہ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لکل مومن الا العاق والمشاحن یعنے اللہ تعالےٰ شعبان کی وسطی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور اسوقت عاق اور جھگڑالو کے سوا کل مومنوں کی مغفرت کرتا ہے۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ اللہ مجسم ہے کہ وہ شعبان کی درمیانی رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔

دل کے اندھو!! اور سنو جس مسیح کے آسمان سے اترنے کے تم شیدا اور منتظر ہو اس نے بھی آسمان سے اترنے کے معنے صاف کر دیئے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"میں آسمان پر سے اسلئے نہیں اترا کہ اپنی مرضی بلکہ اس کی مرضی پر چلوں" (یوحنا باب ۶ آیت ۱۹)

حالانکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ مسیح ناصری علیہ السلام آسمان سے نہیں اترے تھے بلکہ مریمؑ کے بیٹے تھے مگر تم جیسے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے علم سے کورے روحانیت سے بے بہرہ دشمنان حق یہود نامسعود نے یہ اعتراض جڑ ہی دیا کہ "کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں جس کے باپ کو ہم جانتے ہیں پھر وہ کیونکر کہتا ہے کہ میں آسمان سے اترا ہوں" (یوحنا باب ۶ درس ۴۲)

اور آج بعینہٖ تم اپنے اسلاف کے نعل بالنعل چلکر لفظ نزول کی آڑ میں یہی اعتراض کرتے ہو جو تمہاری یہودیت پر شاہد ناطق ہے ؎ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا) سو ہم تمہیں تمہارے بزرگوں کے اقوال سے دکھائیں گے کہ تم نے آج سے تیس چالیس برس پیشتر اپنی حالتوں کو مشابہ بہ یہود والنصارٰی بنالیا۔ وہ وقت تمہاری حالتوں کے لحاظ سے وجود مسیح کا مقتضی تھا۔ جو عین احمدؐ قادیانی کا زمانہ ہے۔ اور اگر وہ نہیں تو اسوقت کا صادق مدعی مسیحیت پیش کرو۔ ورنہ یونہی جہنم میں نہ گرو۔ فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ط

ان شہادتیں میں اکثر اقوال امرتسری شدال اور دیگر علماء حال کے بھی ہیں۔ سنو!!

"خود کردہ را علاجے نیست"

شہادت اوّل۔ آج سے قریباً چالیس برس سے زائد عرصہ سے پہلے مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی اسلامی مدوجزر پر نوحہ خوانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

نبوۃ نہ ہوتی ختم گر عرب پر + کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
ضلالت یہود اور نصارٰے کی اکثر + ہے مذکور جیسے کہ قرآں کے اندر
کتاب اس پیمبر پہ یونہی جو آتی + وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

(ملاحظہ مسدس حالی صفحہ ۵۲ مطبوعہ ۱۹۲۳ء)

شہادت دوم۔ تمہارا ممدوح امرتسری مذبوح اپنے اخبار مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء میں لکھتا ہے "جو آیت یہودیوں کے حق میں تھی تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتیٰ وہی ہمارے حق میں ہے" (اہلحدیث صفحہ ۶)

شہادت سوم۔ پھر لکھتا ہے کہ "قرآن کریم میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس آج ہم اہلحدیثوں (نہیں تمام نام کے علماء و صوفیاء ناقل) میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے" (اہلحدیث مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

شہادت چہارم۔ پھر لکھتا ہے کہ "اگر اہل دل کے مذاق پر اس آیت (فمثلہ کمثل الکلب الآیۃ) کی تفسیر کی جائے تو یہ ایک تمثیل ہے۔ ہم دنیا دار عالموں کی جو زمین یعنی زمینی مال کی طرف جھکتے ہیں۔ اور علم سے بے لوث نکل جاتے ہیں۔ یعنے اس پر عمل نہیں کرتے۔ (دریں چہ شک تمہیں عامل بنانے کو تو مسیح نازل ہوا۔ ناقل) (الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا) انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے"

(یہ آیت یہودیوں کے حق میں ہے ناقل) تفسیر ثنائی جلد سوم صفحہ ۱۸۰۔

شہادت پنجم۔ تمہارے نامعقول امرتسری ابو المعقول کے روحانی والد بزرگوار مولوی محمد حسین لاٹ مولوی لکھتے ہیں "طرفہ یہ کہ اس تکفیر کے لئے چند منزلات اور بہتانات قائم کر کے علماء حنفیہ سے جو (۲۶) اگر وہ کو (اہلحدیث) کو کافر بنا چکے ہیں فتویٰ (کفر لیتے پھرتے ہیں)۔ انہوں نے

یہودیوں کے کان بھی کاٹتے" (اشاعۃ السنہ جلد ۱۰)

شہادت ششم - اس کے چند سطور بعد میں لکھتے ہیں "اُن کی مخالفت اور ایذا رسانی کی تجاویز سوچنے کو اپنی کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ کیا یہ دین میں تشدد اور غلو نہیں جس پر خدا تعالیٰ نے یہود وغیرہ کو بُرا کہا ہے۔ (آپ کو بھی تو اسی وجہ سے مخبر صادق صلعم نے کلھم فی النار فرمایا ہے) رسالہ مذکور زیر عنوان اہلحدیث میں نا اتفاقی۔

شہادت ہفتم - آج مسلمانان درگور مسلمانی در کتاب والی مثل ہم پر صادق آ رہی ہے۔ اسلامی لٹریچر سے نابلد ہونے کے باعث ہماری حالت رفتہ رفتہ یہود اور بنی اسرائیل کی سی ہو رہی ہے۔ بڑے سے بڑا گریجویٹ اور اکھڑ سے اکھڑ ملاں بھی اپنے مسلمان ہونے کی علت غائی بتانے میں فقط ایک ہی دلیل "مسلمانوں کے گھر میں جنم لینا" پیش کر رہا ہے۔ روحانی پیشوا ایک دوسرے کی تکفیر اور خانہ جنگی کے قواعد کی ترتیب میں منہمک ہیں۔ (یہ تمہارا اسم انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب اپنے مضمون "زمانہ حال کے علماء ملنگ اور ان کے باہمی تیر و تفنگ" میں دکھائیں گے۔ فاستغفروا واصبر وا ناقل) ملاحظہ ہو روزانہ اخبار وکیل مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۲۱ء ص۵ کالم اول سطر ۹ تا ۱۴۔

شہادت ہشتم - بدنصیبی سے جو حال یہود کا آج سے تیرہ سو برس پیشتر تھا۔ تقریباً وہی آج مسلمانوں کا ہے۔ ہر ایک علماء کا طریقہ یہی کہنا سنائی دیتا ہے کہ جو کچھ اسلاف لکھ گئے ہیں وہ ہمارے لئے ہے۔ شریعت ختم ہے۔ آراسلاف پر۔ یہی عذر یہود کا تھا" (اخبار وطن ۵ جولائی ۱۹۰۶ء صلا کالم ۲)

شہادت نہم - عالم اسلامی کی تباہی و بلاخیز طوفان حوادث بالخصوص مسلمانان ہند پر مصائب و آلام کے روزافزوں ہجوم کے اسباب یہ نہیں کہ تمہاری جیبیں زر و جواہر سے خالی ہیں۔ تم میں علم و ہنر نہیں تم میں صنعت و حرفت کا نام نہیں۔ تمہاری تعداد کم ہے۔ تمہارے قبضے میں میگزین اور توپ و تفنگ نہیں۔ بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ تمہاری زندگی غیر شرعی اور جاہلیت کی زندگی ہے۔ کیوں اسلئے کہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ (الحدیث) یاد و وہ جو منبر چڑھ بولے۔ دوستو! اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھا۔" (ناقل) تم نے اپنا کوئی شرعی مرکز نہیں بنایا جس کے گرد تم پروانہ وار طواف کرتے تم نے اپنا کوئی محور قرار نہیں دیا جس پر تم سبھوں کی گردش ہوتی تمہیں تقریباً ڈیڑھ سو برس سے اپنا امیر شریعت کسی کو تسلیم نہیں کیا جس کے آگے سر اطاعت خم کرتے۔ اور اس کے اشارہ پر عاشقانہ و الہانہ دوڑتے یعنی اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا طوق اپنے گلے میں ڈالے ہوتے۔ تم نے آج تک یہودیت کی راہ اختیار کی اور اسی پر چلے۔ اور اسی سے ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے عذاب میں مبتلا ہوئے ہو (ملاحظہ ہو شہا علماء بہار کا غیر معمولی اجلاس سطر ۱ تا ۵ مطبوعہ نوری پریس بانکی پور)

شہادت دہم - بالآخر ہم تمہارے فخیر قائلین امرتسری لعین کی شہادت پر تمہیں ملزم کرتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ سنو!! تمہارا ایڈیٹر وفاامرتسری دہریہ وآریہ (اہلحدیث ۲۴ اپریل ۱۹۱۱ء) لکھتا ہے۔

" ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں (یہودیوں) کا سا ہے۔ جسطرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے۔ کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے۔ اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں (یہیں مثیل عیسائیوں اور یہودیوں ناقل) سے زیادہ مرزا صاحب کو رسول مانتے ہیں" (اہلحدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء صا کالم ۲)

تلک عشرۃ کاملۃ

لیجئے فیصلہ ہو گیا۔ یہ بات تھی جس کی طرف ہم تمہارا ذہن منتقل کرنا چاہتے تھے یعنی جب تک تم کسی مثیل مسیح کا انکار کر کے اپنے تئیں جہنم میں نہ گراؤ گے آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کا منشاء پورا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے اسلاف کے نعل بالنعل چلو گے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ تمہارے اسلاف کا قبیح اکبر فعل تو انکار مسیح ہو اور تم اس سے بچ جاؤ۔ لیکر تمہارے لئے سوسمار کے سوراخ تک میں داخل ہونا مقرر ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی تمہیں علم ہونا چاہیئے کہ جسطرح عیسائیوں کے مقابلے میں یہودی کاذب ہیں اسی طرح تم بھی ہمارے مقابلے میں کاذب ہو کیونکہ جسطرح موسیٰ کے بعد عیسیٰ صادق ہے اسیطرح مثیل موسیٰ کے بعد مثیل عیسیٰ صادق ہے۔ اور جس طرح اصیل موسیٰ کے بعد اصیل مسیح کا انکار کفر اور باعث جہنم ہے اسیطرح مثیل موسیٰ کے بعد مثیل مسیح کا انکار بھی کفر اور باعث جہنم ہے ؎

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

ہاں تم یہ کر کے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ کہ ایسے الفاظ قوم کو جگانے کے لئے استعمال کئے گئے نہیں۔ تمہارے افعال ہی واقعی طور پر عیسائیوں اور یہودیوں کے سے ہو گئے ہیں۔ اور تم نے اپنی حرکات و سکنات سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم واقعی وہی ہیں جن کی نسبت احادیث میں کلھم فی النار کہا گیا ہے۔ مگر تنوت انشاءاللہ تعالیٰ ہم تمہارے ہی مسلمات سے دیکر تمہیں ملزم کرینگے۔ اور دکھائیں گے کہ تمہاری یہ راہ فرار بھی بند ہے۔ پس

اے جہالت گستری کے جھنڈا خانقاہی مجاور دل لگتی نہیں خدا لگتی کہنا کہ جب تمہارے اشال و بخیال تقریباً چالیس سال سے زائد عرصہ سے اپنی یہودیت کا اعلان کر چکے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اب سے تقریباً چالیس پینتالیس برس پیشتر سے بقطع تمہیں آمد مسیح کی سخت ضرورت نہیں۔ یا یوں کہو کہ اب سے چالیس برس پہلے مسیح کے وجود کا موجود ہونا نہایت ضروری تھا۔ اب انتظار مسیح ایک مجنونانہ حرکت اور بیہودہ سا خیال ہے۔ قطع نظر اس کے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام اپنے دعوی مسیحیت میں صادق ہیں یا نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسیح کے وجود کا ہونا بھی لابدی امر ہے یا نہیں۔ پس جب تم اور تمہارے خورد و کلاں اپنی یہودیت کے خود مقر ہیں تو یہودیوں کی اصلاح کے لئے مسیح کے وجود کا موجود ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ زہر کے لئے تریاق۔ پس اگر آج سے چالیس سال پیشتر حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام بقول تمہارے صادق مسیح نہیں تو اور کسی دوسرے مدعی کو پیش کرو جو علی منہاج النبوۃ یوماً فیوماً کامیاب ہو کر اپنا دعویٰ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ذی شعور انسانوں کو منوا گیا ہو۔

دوستو!! بدگمانیوں سے باز آؤ۔ اور تعصب اور جہالت کو چھوڑو۔ اور گوش ہوش سے سنو کہ آنیوالا آچکا۔ کیونکہ تمہاری یہودیت اس کی آمد کے زمانہ کو آج سے چالیس سال پیشتر بتاتی ہے۔ پھر کیفیت اگر مسیح نے آسمان سے بھی آنا ہوتا تو آج سے چالیس پچاس سال پیشتر آتا اس کے آنیکا زمانہ یقیناً گذر چکا ہے لہذا جب تک تم اس سوال کا جواب نہ دو۔ کہ ہم ایک مدت دراز سے یہود نہیں ہیں کہ جن کا وجود مسیح کا مقتضی ہے تمہیں کوئی حق نہیں کہ پبلک کو اشتعال دلاؤ۔ کہ مرزا صاحب اپنے دعوئے مسیحیت میں صادق نہیں تھے۔ کیونکہ تمہاری یہودیت نے ان کی صداقت پر اور بھی مہر کر دی۔

ہم تیسرے نمبر میں انشاءاللہ قرآن شریف اور احادیث سے تمہاری یہودیت دکھا کر مزید تسلی کرتے ہوئے دکھائیں گے۔ کہ عین تمہارے یہودی ہو جانے پر مسیح موعود کا نزول ہوا اور وہ حضرت مرزا صاحب قادیانی تھے۔ اور اگر وہ نہیں تو کسی دوسرے صادق مدعی کو (خواہ وہ آسمانی ہو یا زمینی) پیش کرنا تمہارا فرض ہے۔ کیونکہ مسیح کا زمانہ نزول تمہاری ابتداء یہودیت سے وابستہ ہے۔ جو آج سے چالیس یا پچاس سال پہلے گذر چکا ہے۔

(والسلام علی من اتبع الہدیٰ)

ذیل میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا ایک نہایت دلچسپ مضمون ناظرین الحکم کی نظر کرتا ہوں جو کہ آپ نے ۱۸۹۸ء میں بیان فرمایا:- (ایڈیٹر)

سفینۃ النوح

یا

کشتی بیعت

واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون (سورۃ ہود ۴)

تو ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ان بدکاروں اور شریروں کی بابت ہم سے ذکر نہ کر اور ان ظالموں کی نسبت بات چیت نہ کر۔ یہ اپنی شرارتوں اور شیطنتوں کا مزا چکھیں گے۔ اور یقیناً بقینا غرق ہو جائیں گے۔ نوح علیہ السلام نے

انہوں نے اسکے اس ارشاد کے موافق کشتی بنانی شروع کی منکر انکو دیکھ کر تمسخر کرتے اور ہنسی اڑاتے۔ مگر نوح علیہ السلام انہیں کہدیتے کہ سنو! تم بھی ٹھٹھا کرتے ہو۔ ہم بھی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ دیکھو تم میری اس حرکت پر ہنسی اڑاتے ہو۔ اور اسکو مخول اور فضول قرار دیتے ہو۔ اور میں تمہاری اس حماقت اور عجب پر ہنستا ہوں۔ کہ تم خدا تعالیٰ کی باتوں کو کس دل اور گردے کے ساتھ لغو قرار دیتے ہو۔ لیکن یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ وہ وقت عنقریب آتا ہے کہ ثابت ہو جائے کہ ٹھٹھا کرنے میں کون سچا تھا؟ تم یا میں۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ ایک عذاب آسمان سے اتر کر بے ایمانوں کو ذلیل اور رسوا کر دیگا۔ ہاں وہ دائمی عذاب جو موجب عبرت ہے ظالموں اور شریروں کو بھسم کر جائیگا۔

یہ قصص جو قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں ہمارے لئے عبرت اور نصیحت ہیں۔ ہمکو ہمیشہ ان سے سبق لینا چاہیئے۔ اور اساطیر الاولین کہنے والوں کی طرح ان کو صرف داستان اور کہانی قرار نہ دینا چاہیئے کہ یہ موسیٰ کی داستان اور یہ فرعون کا قصہ ہے۔ اگر ہم بھی ان قصص کو جو موجب ہدایت ہیں۔ اسی نظر یا اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جس نگاہ سے مشرکین عرب نے دیکھا۔ تو افسوس سے کہنا ہوگا کہ ہم بھی اساطیر الاولین کہنے والوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ امر خوب ذہن نشین کر لو کہ خدا کی سچی اور ہمیشہ قائم رہنے والی کتاب میں یہ قصے عبرت کے لئے ہیں تاکہ سعادت اور رشد کی راہیں کھلیں۔ تا معلوم ہو کہ کونسی شریر قوم کس چال پر چلی۔ اور اسکا نتیجہ کیا ہوا؟ اسپر انعام ہوا یا غضب کا آسمان اسپر ٹوٹ پڑا۔ پس ان قصص کو سرسری نگاہ اور معمولی نظر سے نہ دیکھو بلکہ ان سے پورا پورا سبق لو۔ تا ایسا نہ ہو کہ اس بے احتیاطی کی وجہ سے ہلاکت کے وارث ٹھہر جاؤ۔

ذرا غور تو کرو کہ یہ کیسا واقعہ عجیب ہے۔ نوح کو حکم ہوتا ہے۔ تو کشتی بنا۔ بظاہر حالت ایسی ہے کہ آسمان پر کوئی بادل گھرا ہوا نہیں جس سے عام آدمی معمولی نگاہ کا شخص بھی یہ خیال کر سکے کہ طوفان عظیم آنیوالا ہے کیونکہ اسوقت بیرومیٹر اور ہواؤں کی پیمانہ شناسی کا محکمہ نہ تھا جس سے پتہ لگ سکتا کہ طوفان کے آثار ہیں۔ موسموں کے حالات سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ پھر ایسے وقت میں کہ کسی قسم کا خطرہ یا اندیشہ حتیٰ کہ خیال تک بھی آنے والے طوفان کا وہم میں نہ آ سکتا تھا۔ ایک مرد صادق یعنے نوح کشتی بناتا ہے ایسی حالت میں کہ آسمان پر کوئی بادل گھرا ہوا نہیں زمین پر کوئی ندی یا نالہ قریب پر ایسا نہیں جس کی طغیانی ایک طوفان عظیم برپا کر دے۔ سب فطرتاً شور پشت اور ٹھٹھے کرنے والے لوگ نوح کو دیکھتے ہیں۔ اور ہنسی کرتے ہیں اور ٹھٹھے مار کر کہتے ہیں کہ بڈھے کو کیا ہو گیا؟ آسمان پر بادل کا نشان نہیں۔ کوئی سوتا چشمہ اور دریا پاس نہیں۔ زمین نشیبی نہیں۔ جو طوفان آئے۔ اور اسکے غرق موجب ہلاکت ہو۔

بے شک بیوقوفوں اور زمینی خیالات کے انسانوں کی نظر وہیں تک پہونچ سکتی ہے۔ وہ کیا جانیں۔ کوئی فوق العقول ہستی اور زبردست ہاتھ بھی ہے جو ایک آن کی آن میں ہر زبردست ہستی کو نابود کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا کی باتوں پر ہنسنے والے بیوقوف اور اس کے برگزیدوں پر ٹھٹھا مارنے والے احمق کب سوچ سکتے ہیں۔ کہ کشتی بنانیوالا حق پر ہے۔ مگر دیکھو کچھ آدمی خواہ ایک ہی سہی۔ ایسے بھی تو ہیں جو اس کام کو عبث اور لغو نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ خدا کا مرد لغو کام نہیں کرتا۔ وہ اس کو صادق مانتے اور اس کی باتوں کو سچ سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ وہ کن چیزوں سے اندازہ کر سکتے ہیں؟ بیشک ان کے پاس اندازہ اور پیمانہ تھا۔ بیرومیٹر اور جیکل محکمے غلطی کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں اور کریں گے۔ مگر وہ پیمانہ غلطی نہیں کرتا۔ وہ پیمانہ کیا ہے؟ ایمان۔ ایمان بالغیب۔ حسن ظن اور صبر۔ نوح علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر اوس کے خط و خال اوسکے چال چلن کو دیکھکر اندر ہی اندر ایمان اسکے حکیمانہ فعل پر ہو گیا۔ کہ نوح کا یہ فعل خدا کا فعل ہے اگر مادی پیمانہ اور ظاہری نظر ہی ٹھیک پیمانہ ہوتی۔ اور بصیرت اور معرفت کا کوئی حصہ وہ نہ پاتے تو ٹھٹھے بازوں کی نظر بھی تو اس کاٹھ کی لکڑی اور اوزاروں پر پڑتی تھی۔ اور ایماندار اور خدا کی باتوں کو مان لینے والے بھی ان ظاہری ساز و سامان کو دیکھتے تھے۔ شریر منکر ہیں کہ ٹھٹھا مارتے اور ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور خداترس ایماندار ہیں۔ کہ انکو اس کشتی کی ساخت میں خدا کے غضب کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور وہ اندر ہی اندر آنیوالے عذاب سے ترساں اور ... ہیں۔ آہ! احمق اپنی عیش کو دائمی سرور سمجھتا ہے۔ اور اپنی خوشیوں کو پائدار اور یقینی سمجھتا ہے۔ مگر نہیں جانتا کہ ہلاکت کے دن قریب ہیں۔

مگر وہ خدا کا مامور صادق نوح ان سے کہتا ہے فسوف تعلمون ۱۲ ھ

اے ٹھٹھا باز قوم عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ خدا تمہیں قوم کو رسوا اور ذلیل کریگا وہ ذلیل شدہ قوم خدا کے غضب کے نیچے آئی ہوئی شریر قوم خود ظاہر کر دیگی کہ ٹھٹھا اور مخول کس کے شایاں تھا۔ آیا یہ میرا حق تھا کہ میں تمہاری نادانی اور ہٹ پر ہنسوں۔ یا تمہارا آخری دوڑ میں نتیجہ نے نوح کی راستی ثابت کر دی۔ اور دکھا دیا کہ سچ مچ نوح کا ہنسی کرنا ہی بجا تھا۔ بدنصیب منکر اپنی عقل پر بھروسہ کر کے اپنی عقل پر ہنستے تھے۔ آخر زمانے نے فیصلہ کر دیا۔ اور دنیا نے دکھلا دیا۔ کہ شریر اور ظالم ہلاکت کا طعمہ ہو گئے۔ اس عجیب واقعہ نے دکھلا دیا کہ اگر کسی زمانے میں کوئی شخص کہے۔ کہ طوفان آنے والا ہے اور میں کشتی بناتا ہوں۔ اور یاد رکھو کہ کوئی ذریعہ کام نہ دے گا۔ اور کوئی صورت بچاؤ اور رستگاری کی نہ ہوگی۔ مگر وہی جو میں بناتا ہوں۔ اسوقت لازم ہے کہ حسن ظن۔ ایمان بالغیب۔ اور صبر سے کام لیا جاوے۔ نہ ان شتاب کار مادی عقلوں اور زمینی اسباب پر بھروسہ کرنیوالے منکروں نوح کی طرح ٹھٹھے بازی اور تمسخر کے لئے زبان کشائی کی جائے۔ ورنہ نتیجہ وہی ہوگا جو نوح پر ہنسنے والے ناپاک شریروں نے دیکھا اور عالم کو دکھایا۔ میں کہتا ہوں۔ خوب یاد رکھو کہ شہودی اور معمولی ثبوت دور اور دیدار کی طرح ثبوت چاہنے والے ساحل نجات پر نہیں پہونچ سکتے۔ وہ ضرور ضرور ہلاک ہونگے۔ سنو! میں اب کہتا ہوں کہ ٹھیک ایسی ہی ایک آواز ہاں بالکل انہی الفاظ میں ذرا سی تبدیلی کے بھی بغیر ۱۸۸۸ء میں ہندوستان کے ہر چہار کونوں میں گونجی۔ اس آواز نے انہی الفاظ میں کہا کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ تو ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔ براہین احمدیہ میں بھی یہی صدا درج ہے۔ اور اسی کشتی بنانے والے کا نام خدا نے ہاں خود خدا نے نوح رکھا ہے۔ ضلالت اور بے دینی کے ہلاک کر دینے والے طوفان میں رستگاری اور نجات کا ذریعہ وہی ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ امام اس زمانہ کا مجدد اور مہدی ہے۔ اس پر میری طرف سے اور تمام سننے والوں اور مسلمانوں اور ملائکہ کی طرف سے اس قبولیت کی گھڑی میں کیونکہ خطبہ کی گھڑی قبولیت کی گھڑی ماثور ہے۔ صلوٰۃ اور سلام ہو (آمین) اس امام نے اس زمانہ کے نوح نے طوفان ضلالت سے بچانے کے لئے بیعت کی کشتی طیار کی۔ اس نے کہا کہ میں دنیا کے لئے حصن حصین ہوں۔ خطرناک موجوں سے نجات پانے کے لئے اس مضبوط قلعے میں آؤ۔ ہاں میرے پاس آؤ۔ ظالم انکار کرنیوالا اور میری باتوں پر ہنسنے والا ہلاک ہوگا۔ اے احمق ناعاقبت اندیش کہتا ہے کہاں ہے سمندر۔ کہاں ہے پانی۔ احمق! او نادان تیری زبان تجھے اسی طرف متوجہ کرتی ہے جو تیرے باپ دادوں نے نوح علیہ السلام سے کی۔ میں ان لوگوں مبارک باد دیتا ہوں۔ جو اس کشتی پر جو خدا کے حکم سے خود خدا کی نگرانی اور نظر میں طیار ہوئی۔ سوار ہو گئے۔ مبارک ہیں۔ وہ جو آنے والے طوفان سے نجات پاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو اور میری بات کو غور سے سن لو۔ نہ صرف سن لو بلکہ خوب یاد رکھو کہ اس کشتی پر سوار ہو کر نجات پانیکا حقدار وہی ہے جو خدا کی نگاہ میں حقدار ہوگا۔ اور وہ وہی ہے جسکے دل میں سچا تقویٰ اور طہارت ہوگی۔ جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتے اور نہی سے باز رہتے ہیں۔ وہی ہیں جو اس پر بیٹھ سکتے ہیں اور ساحل نجات تک پہونچ سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی کود کر بظاہر بیٹھ بھی جاوے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ وہ نجات کی کشتی پر سوار ہو کر بھی موج خیز طوفان میں گر کر پاش پاش ہو گا۔ میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور اس کلام کے سننے اور پڑھنے والوں کو سچا تقویٰ اور حقیقی طہارت عنایت کرے۔ اور آنے والے طوفان سے جو فسق و فجور اور معصیت کا بلاخیز طوفان ہے۔ امن میں رکھے۔ آمین۔

دنیوی سواریوں میں جیسے ریل گاڑی ہے سوار ہونے سے پہلے ٹکٹ لینا پڑتا اور عملہ مختار کو دکھانا پڑتا ہے مگر الٰہی کشتی کی سنت اسکے خلاف ہے۔ ان میں اولاً بلا پرتال تصحیح کے جوق جوق لوگ سوار ہو جاتے ہیں اور جب کشتی مواج و ذخار دریا کے منجدھار میں پہنچتی ہے اسوقت ہم سے اخلاص اور بے ریا و بے نفاق ایمان اور تقویٰ کا ٹکٹ پوچھا جاتا ہے۔ آخر تہی دست نکلنے پر بڑی ذلت سے کشتی سے راندہ کیا جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ خاتمہ تک ڈر ہی ڈر ہے ۔

پیارے حبیب کی پیاری باتیں

اب میرا یہ دعوٰی کہ اس صدی پر میں تجدید دین کے لئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے۔ میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰے نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور میرے ۲۲ برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے۔ اس قدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالٰی کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر۔ کیونکہ میں نے جو مجدد ہونیکا دعوٰی کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے۔ اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اسکے رسول کی تکذیب کریں گے۔ انکو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہونچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں۔ کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں۔ یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کیجاوے۔

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اُسکا فرض نہیں ہوتا؟ یا وہ نہیں چاہتا کہ اس کی حفاظت اور دشمنوں کی دست برد سے بچانے کے لئے ہر طرح کوشش کرے۔ باغات کے گرد کیسے کیسے حاجی حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ اور مکانات کو آتشزدگیوں سے بچانے کے لئے نئے نئے مصالح طیار ہوتے ہیں۔ اور بجلی سے بچانے کے لئے تاریں لگائی جاتی ہیں۔ یہ امور اس فطرت کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے۔ پھر کیا اللہ تعالٰے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے؟ بیشک حفاظت کرتا ہے۔ اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے۔ اب بھی جبکہ ضرورت پڑی ہے۔

مجھے اسی لئے بھیجا ہے۔

ہاں یہ امر حفاظت کا مشکوک ہوسکتا یا اسکا انکار ہوسکتا تھا اگر حالات اور ضرورتیں اس کی مؤید نہ ہوتیں مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رد میں شائع ہو چکی ہیں اور ان اشتہاروں اور دو ورقہ رسالوں کا تو شمار ہی نہیں جو ہر روز اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ ان گالیوں کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مرتد عیسائیوں نے سید المعصومین صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کوٹھے ان کتابوں سے بھر سکتے ہیں۔ اور اگر انکو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھا جاوے۔ تو وہ کئی میل تک پہنچ جائیں۔ عمادالدین۔ صفدر علی اور شائق وغیرہ نے جیسی تحریریں شائع کی ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ عمادالدین کی تحریروں کے خطرناک ہونیکا بعض انصاف پسند عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ لکھنؤ سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا۔ اسمیں انکی بعض کتابوں پر یہ رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غدر ہوگا تو ایسی تحریر و نسے ہوگا۔ ایسی حالتوں میں بھی کہتے ہیں کہ

اسلام کا کیا بگڑا ہے ؟

اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں۔ جن کو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنھوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے۔ اور انکو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے۔ پس ایسے لوگ اگر ہیں تو ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو نور قلب رکھتے ہیں جن کو اسلام کے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور زمانہ کے حالات سے آشنا ہیں۔ انکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وقت کسی

عظیم الشان مصلح کا وقت ہے۔

غرض اسوقت میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں :۔

اوّل۔ اندرونی شہادت۔

دوم۔ بیرونی شہادت۔

سوم۔ صدی کے سر پر آنیوالے مجدد کی نسبت حدیث صحیح۔

چہارم۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کا وعدہ حفاظت۔

اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ سورۂ نور میں وعدہ استخلاف ہے۔ اسمیں اللہ تعالٰی وعدہ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ اس آیت میں استخلاف کے موافق جو خلیفے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہونگے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہونگے۔ اس قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ فرمایا گیا ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ اور آپ مثیل موسیٰ استثناء کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں۔ پس اس مماثلت میں جیسے کما کا لفظ فرمایا گیا ہے ویسے ہی سورۂ نور میں کما کا لفظ ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تامہ ہے۔ موسوی سلسلہ کے خلفاء کا سلسلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو اور اس کے قدم بہ قدم ہو۔ پس اگر اللہ تعالٰی اس امر کی اور دوسری شہادتیں اور تائیدیں نہ بھی پیش کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسوی بروز آپ کی اُمت میں ہو۔ ورنہ آپ کی مماثلت میں معاذ اللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا لیکن اللہ تعالٰے نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ مثیل موسیٰ موسیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لیکر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے۔ اسی طرح محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لیکر نہیں آیا

بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے

اور اس تکمیل کے لئے آیا ہے جو

تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے۔

تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا۔ تو اسکی دو صورتیں ہیں۔ اوّل تکمیل ہدایت دوسرے تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت میں کل بالوجوہ آپ کی آمد اوّل سے ہوئی۔ اور تکمیل اشاعت ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی کیونکہ سورۂ جمعہ میں جو آخرین منھم والی آیت آپ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے طیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے۔ اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اسوقت ہو رہی ہے۔ پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرت اور آئے دن ان میں نئی باتوں کا پیدا ہونا۔ ڈاکخانوں۔ تار برقیوں۔ ریلوں۔ جہازوں کا اجرا اور اخبارات کی اشاعت ان سب امور نے مل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے۔ پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ اس سے آپ کی کامل ہدایت

کہ تکمیل کا دوسرا جزو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہو رہا ہے اور یہ اسی امر کے موافق ہے جیسے مسیح نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ

میرا ایک کام یہ بھی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کروں

غرض یہ عیسوی مماثلت بھی ہے۔ علاوہ بریں حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں بھی جو آفتیں پیدا ہو گئی تھیں اسی قسم کی یہاں بھی موجود ہیں۔ اندرونی طور پر یہودیوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ اور تاریخ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ توریت کے احکام انہوں نے چھوڑ دیئے تھے۔ بلکہ اس کے بجائے طالمود اور بزرگوں کی روایتوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بھی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کے بجائے روائیوں قصوں پر زور مارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت کے لحاظ سے بھی ایک مماثلت ہے۔ اسوقت رومی گورنمنٹ تھی اور اسوقت برٹش گورنمنٹ ہے جس کے عدل اور انصاف کا عام شہرہ ہے۔ اور پھر میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بھی چودہویں صدی میں آئے تھے اور اسوقت بھی چودہویں صدی ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک اور سر بھی ہے جو مماثلت کو مکمل کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح اخلاقی تعلیم پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اور موسوی جہادوں کی اصلاح کرنے آئے تھے۔ انہوں نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی۔ مسیح موعود کے لئے بھی یہی مقرر تھا کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو تعلیم کی عملی سچائیوں سے قائم کرے۔ اور اس اعتراض کو دور کرے جو اسلام پر اسی رنگ میں کیا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا ہے۔ یہ اعتراض مسیح موعود کے وقت میں بالکل اوٹھا دیا جاوے گا کیونکہ وہ اسلام کے زندہ برکات اور فیوض سے اس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرے گا۔ اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ جیسے آج اسی ترقی کے زمانہ میں بھی اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اس کی برکات اور ثمرات کے لحاظ سے موثر اور مفید ہے۔ ایسا ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مفید اور موثر پایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ زندہ مذہب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آنیوالے مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا یضع الحرب۔ وہ لڑائیوں کو اٹھا دیگا۔ اب ان ساری شہادتوں کو جمع کرو۔ اور بتاؤ کہ کیا اسوقت ضرورت نہیں کہ کوئی

آسمانی مرد نازل ہو؟ جب یہ مان لیا گیا کہ صدی ہر مجدد آنا ضروری ہے تو اس صدی پر مجدد تو ضرور ہو گا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت موسوی ہے تو اس مماثلت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ چودہویں صدی پر موسٰے کے بعد آیا تھا۔ اور آجکل چودہویں صدی ہے۔ چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے۔ چودہویں صدی کا چاند کامل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ نے لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی ایک بدر تھا جبکہ رسول اللہ صلعم نے اپنے مخالفوں پر فتح پائی۔ اسوقت بھی آپ کی جماعت قلیل تھی۔ اور ایک بدر یہ ہے۔ بدر میں چودہویں صدی کی طرف اشارہ ہے اسوقت بھی اسلام کی حالت اذلہ کی ہو رہی ہے۔ سو ان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالےٰ نے **مجھے مبعوث کیا ہے**۔ احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی۔ ظلم اور زور سے یہ مراد نہیں کہ اسوقت حکومت ظالم ہوگی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ آنے والے مسیح کے وقت میں ضروری ہے کہ سلطنت عادل ہو اور امن ہو۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی عادل اور امن دوست گورنمنٹ اوس نے عطا کی ہے جس کی نظیر آج دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں ملتی ہے۔ جیسے مسیح کے زمانہ میں رومی گورنمنٹ جو اپنے عدل اور انصاف کے لئے مشہور تھی مگر ہماری گورنمنٹ رومی گورنمنٹ سے بدرجہا بہتر اور بڑھ چڑھ کر عادل ہے۔ یہانتک کہ اس مقدمہ میں جو پادری ہنری مارٹین کلارک کی طرف سے مجھ پر ہوا تھا کپتان ڈگلس نے جو ان دنوں گورداسپور کا کمشنر تھا باوجودیکہ بعض کوتاہ اندیشوں کا یہ خیال تھا کہ ایک معزز پادری کی طرف سے مقدمہ ہے لیکن اس انصاف پسند حاکم نے اصلیت کو نکال لیا۔ اور معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ بعض ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی چالاکی کا نتیجہ تھا کپتان ڈگلس جو آجکل دہلی میں ڈپٹی کمشنر ہیں ہمیشہ تک اس عدیم المثل انصاف کے باعث مشہور رہیں گے۔ اور یہ تو گورنمنٹ کے ایک عہدہ دار کی مثال ہے۔ اور ایسی ہزاروں اور لاکھوں مثالیں ہیں۔ غرض احادیث میں آیا ہے کہ جب وہ موعود آئیگا تو دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی اسکا مطلب یہی ہے کہ اسوقت دنیا میں شرک اور زور کا بہت زور ہوگا۔ چنانچہ اسوقت دیکھ لو کیسی بت پرستی۔ صلیب پرستی۔ مردہ پرستی اور قسم قسم کی پرستش ہو رہی ہے۔ اور حقیقی اور سچے خدا کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

عینک سے نجات

اصل میرے کا سُرمہ اور میرا مصدقہ مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ اوّل حکیم نورالدین صاحب رضی

یہ سُرمہ ککروں کیلئے۔ ابتدائی موتیا بند۔ جالا پھولا۔ پڑبال۔ آنکھوں سے ہر وقت پانی جاری رہتا ہو۔ نظر کمزور ہو انکے لئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ عصا۔ تولہ میرا پانچ روپیہ تولہ۔ ترکیب استعمال صبح و شام دو دو سلائیاں آنکھوں میں ڈالی جاویں۔ اگر کسی شخص کو مفید ثابت نہ ہو بشرطیکہ اُسنے باقاعدہ پندرہ روز تک متواتر استعمال کیا ہو سُرمہ واپس کر دے میں اسکی قیمت واپس کر دونگا۔ اسکے مجرب ہونے پر چند شہادتیں علاوہ میرے ذاتی تجربہ کے پیش کرتا ہوں۔

(۱) میںنے جناب سید احمد نور صاحب احمدی کابلی مہاجر قادیان کا سرمہ آزمایا اور بفضل تعالیٰ بہت ہی مفید پایا۔ نیز حضرت والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بہت کمزور ہو گئیں اس سرمہ سے انکو غیر معمولی فائدہ ہوا۔ (محمد اسمٰعیل۔ مولوی فاضل و منشی فاضل)

(۲) میں نے سرمہ میرا بھائی احمد نور مہاجر قادیان سے لیکر دو ہفتہ تک استعمال کیا۔ اب خدا کے فضل سے میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ یہ نہایت ہی مجرب اور اعلیٰ درجہ کا سرمہ ہے میں خدا کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں نہایت عمدہ سرمہ ہے۔

(اللہ دین احمد سابق گز بانگ کانگ توپخانہ جنگی)

(۳) میںنے ۱۹۱۷ء شہر ملتان میں عینک آنکھوں پر لگائی تھی اور ۱۹۱۹ء میں جناب احمد نور سے سرمہ دو چار تولہ لیکر استعمال کیا اور خاکسار نے عینک کو اتار دیا۔ اب عینک کی کوئی ضرورت نہیں۔ (خاکسار محمد علی کلیانپوری ضلع لائلپور ڈاکخانہ گگھاں کلاں)

(۴) میںنے میاں احمد نور صاحب کابلی سے دو دفعہ سرمہ خرید اجسکو میںنے بہت مفید پایا۔ اور دیگر لوگوں نے بھی مجھ سے لیکر کئی جگہ استعمال کیا۔ سب نے اس کی تعریف کی یہ سرمہ بہت عمدہ اور قابل قدر ہے۔ عبدالرؤف ہیڈ کلرک ہائی سکول قادیان ۲۰ ذی الحجہ ۱۹۲۵ (۵) احمد نور صاحب کابلی کا سرمہ میرا بارشاد ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ایک ہفتہ لگایا تھا بحکم خدا اب بالکل آنکھیں اچھی ہیں۔ اور نظر بالکل کامل ہو گئی ہے سو میں اس سرمہ کے مجرب ہونے پر گواہی دیتا ہوں (خادم حضرت خلیفۃ ثانی شیر اتی صدیان)

(۶) میںنے سرمہ میرا تیار کردہ بھائی احمد نور صاحب کابلی تم قادیانی خود استعمال کیا۔ اور نیز اپنے عزیز رشتہ دار انکو بغرض استعمال دیا۔ میںنے اس سرمہ کو مفید پایا۔ نیز آنکھوں میں جلن ہوا کرتی تھی جو خدا کے فضل سے اس سرمہ کو ایک ہفتہ استعمال کرنیکے بعد دور ہوا فقط۔ (منشی کریم اسسٹنٹ حیدرآباد دکن۔)

ست سلاجیت۔ بقدر دانہ نخود ہر صبح کیوقت دودھ سے استعمال کریں قیمت قسم اوّل عہ فی تولہ قسم دوم ۸ر فی تولہ۔

سید احمد نور احمدی مہاجر قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب